QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 04 (2025)

عورت کی گواہی سے متعلق قرآنی نصوص کی عصری تعبیرات: تجزیاتی مطالعہ

Modern Interpretations of Qur'anic Texts on Women's Testimony: An Analytical Study

Zeeshan Sarwar
PhD Research Scholar Department of Islamic Thought and Culture Allama Iqbal Open University Islamabad.
Email. zeekhan898@gmail.com
Prof Dr. Mohyuddin Hashmi
Dean Faculty of Arabic and Islamic Study AIOU Islamabad
Email. mohyuddin.hashmi@aiou.edu.pk

Abstract

The question of women's testimony represents a significant and contested issue within contemporary gender discourse. Classical Muslim exegetes and jurists, drawing upon Qur'an 2:282, traditionally differentiated between the testimony of men and women, maintaining that women's testimony holds a position of inequality in certain legal contexts. This distinction is also reflected in classical jurisprudence, where the admissibility and weight of women's testimony vary across specific types of cases. In the modern era, however, global discussions on gender equality, human rights, legal justice, and social development have reshaped interpretive frameworks. As a result, the Qur'anic verses on testimony and their traditional interpretations have been revisited and critically examined. Contemporary scholars have raised crucial questions: Was the Qur'anic differentiation in testimony based on an inherent notion of female deficiency, or was it grounded in the socio-economic realities of the time? Furthermore, in today's world—where women increasingly participate alongside men in educational, economic, and social spheres—do the classical interpretations require reconsideration? This research undertakes an analytical study of the Qur'anic texts related to women's testimony by examining classical exegetical and juristic interpretations as well as modern scholarly perspectives. Through a comparative and critical approach, the study aims to explore whether the Qur'anic framework inherently supports inequality in testimony or whether its principles allow for context-sensitive and equitable reinterpretations in contemporary times.

Keywords: *Women's testimony; gender equality; Human rights, Quranic Text.*

صنفی مساوات کے ضمن میں عورت کی گواہی عصر حاضر کا اہم صنفی مسئلہ ہے۔ مفسرین اور فقہاء سورۃ البقرۃ آیت ۲۲۸ کی بنیاد پر مرد اور عورت کی گواہی میں تفریق کرتے ہیں اور اس سلسلے میں عدم مساوات کے قائل ہیں۔ وہیں عصرِ حاضر میں اہل علم عورت کی گواہی کے سلسلے میں نصوص کی تعبیر نو کرتے ہیں اور اس آیت کی مخصوص سماجی و قانونی سیاق وسباق سے متعلق تعبیر نو کرتے ہیں۔ قرآن پاک میں مرد و عورت کی گواہی کا ذکر آٹھ مقامات پر ہوا ہے لیکن ایک مقام سورۃ البقرہ آیت ۲۸۲ میں مرد و عورت کی گواہی میں تفریق کا ذکر ہے۔

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا تَدَايَنتُم بِدَيْنٍ إِلَى أَجَلٍ مُسَمًّى فَاكْتُبُوهُ وَلْيَكْتُبْ بَيْنَكُمْ كَاتِبٌ بِالْعَدْلِ وَلَا يَأْبَ كَاتِبٌ
أَنْ يَكْتُبَ كَمَا عَلَّمَهُ اللَّهُ فَلْيَكْتُبْ وَلْيُمْلِلْ الَّذِي عَلَيْهِ الْحَقُّ وَلْيَتَّقِ اللَّهَ رَبَّهُ وَلَا يَبْخَسْ مِنْهُ شَيْئًا فَإِنْ كَانَ

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 04 (2025)

الَّذِي عَلَيْهِ الْحَقُّ سَفِيهًا أَوْ ضَعِيفًا أَوْلَا يَسْتَطِيعُ أَنْ يُمِلَّ هُوَ فَلْيُمْلِلْ وَلِيُّهُ بِالْعَدْلِ وَاسْتَشْهِدُوا شَهِيدَيْنِ مِنْ رِجَالِكُمْ فَإِنْ لَمْ يَكُونَا رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ وَامْرَأَتَانِ مِمَّنْ تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَاءِ أَنْ تَضِلَّ إِحْدَاهُمَا فَتُذَكِّرَ إِحْدَاهُمَا الْأُخْرَى وَلَا يَأْبَ الشُّهَدَاءُ إِذَا مَا دُعُوا وَلَا تَسْأَمُوا أَنْ تَكْتُبُوهُ صَغِيرًا أَوْ كَبِيرًا إِلَى أَجَلِهِ ذَلِكُمْ أَقْسَطُ عِنْدَ اللَّهِ وَ أَقْوَمُ لِلشَّهَادَةِ وَأَدْنَى أَلَّا تَرْتَابُوا إِلَّا أَنْ تَكُونَ تِجَارَةً حَاضِرَةً تُدِيرُونَهَا بَيْنَكُمْ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَلَّا تَكْتُبُوهَا وَأَشْهِدُوا إِذَا تَبَايَعْتُمْ وَلَا يُضَارَّ كَاتِبٌ وَلَا شَهِيدٌ وَإِنْ تَفْعَلُوا فَإِنَّهُ فُسُوقٌ بِكُمْ وَاتَّقُوا اللَّهَ وَيُعَلِّمُكُمُ اللَّهُ وَاللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ۔[1]

ترجمہ: ”اے لوگو! جو ایمان لائے ہو، جب کسی مقرر مدت کے لیے تم آپس میں قرض کا لین دین کرو، تو اسے لکھ لیا کرو فریقین کے درمیان انصاف کے ساتھ ایک شخص دستاویز تحریر کرے جسے اللہ نے لکھنے پڑھنے کی قابلیت بخشی ہو، اسے لکھنے سے انکارنہ کرنا چاہیے وہ لکھے اور املاوہ شخص کرائے جس پر حق آتا ہے (یعنی قرض لینے والا) اور اسے اللہ، اپنے رب سے ڈرنا چاہیے کہ جو معاملہ طے ہوا ہو اس میں کوئی کمی بیشی نہ کرے لیکن اگر قرض لینے والا خود نادان یا ضعیف ہو، املانہ کرسکتا ہو تو اس کا ولی انصاف کے ساتھ املاء کرائے پھر اپنے مردوں سے دو آدمیوں کی اس پر گواہی کرالو اور اگر دو مرد نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں ہوں تاکہ ایک بھول جائے تو دوسری اسے یاد دلائے یہ گواہ ایسے لوگوں میں سے ہونے چاہئیں، جن کی گواہی تمہارے درمیان مقبول ہو، گواہوں کو جب گواہ بننے کے لیے کہا جائے، تو انہیں انکارنہ کرنا چاہیے معاملہ خواہ چھوٹا ہو یا بڑا، میعاد کے تعین کے ساتھ اس کی دستاویز لکھوا لینے میں تساہل نہ کرو، اللہ کے نزدیک یہ طریقہ تمہارے لیے زیادہ مبنی بر انصاف ہے۔ اس سے شہادت قائم ہونے میں زیادہ سہولت ہوتی ہے اور تمہارے شکوک وشبہات میں مبتلا ہونے کا امکان کم رہ جاتا ہے۔ ہاں جو تجارتی لین دین، دست بدست تم لوگ آپس میں کرتے ہو، اس کو نہ لکھا جائے تو کوئی حرج نہیں، مگر تجارتی معاملے طے کرنے وقت گواہ کرلیا کرو کاتب اور گواہ کو ستایا نہ جائے ایسا کروگے، تو گناہ کا ارتکاب کروگے اللہ کے غضب سے بچو وہ تم کو صحیح طریق عمل کی تعلیم دیتا ہے اور اسے ہر چیز کا علم ہے۔“

1. عورت کی گواہی سے متعلق فقہاء کی تعبیرات:

مذکورہ بالا آیت کی روشنی میں قدیم مفسرین اور فقہاء مرد وعورت کی گواہی کی تفریق کے قائل ہیں کہ ایک مرد کی گواہی دو عورتوں کے برابر ہے۔ کیا عورت کی گواہی ہر معاملے میں قابل قبول ہے یا مرد کے برابر ہے یا آدھی ہے اس حوالے سے قدیم فقہاء کے ہاں مختلف تعبیرات ہیں۔ فتح الباری میں ابن حجر عسقلانی، ابن منذر کا قول نقل کرتے ہیں کہ آیت کریمہ وَاسْتَشْهِدُوا شَهِيدَيْنِ مِنْ رِجَالِكُمْ فَإِنْ لَمْ يَكُونَا رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ وَامْرَأَتَانِ مِمَّنْ تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَاءِ البقرہ آیت ۲۸۲ کے ظاہر کے پیش نظر علماء کا اجماع ہے کہ مردوں کے ساتھ عورتوں کی گواہی جائز ہے۔ جمہور نے اسے قرضوں میں اموال کے ساتھ خاص قرار دیتے ہوئے کہا کہ حدود وقصاص میں عورتوں کی گواہی جائز نہیں ہے۔ نکاح، طلاق، نسب اور ولاء کے بارے میں اختلاف ہے۔ جمہور نے اسے ناجائز اور اہل کوفہ نے جائز قرار دیا ہے۔ اس بات پر تمام فقہاء کا اتفق ہے کہ ان

1- سورۃ البقرۃ 282:2

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 04 (2025)

مسائل میں تنہا عورتوں کی گواہی بھی قبول ہے جن پر مرد مطلع نہیں ہوتے۔ مثلاً حیض، ولادت، پیدائش کے وقت بچے کا رونا اور عورتوں کے عیوب وغیرہ، البتہ رضاعت میں اختلاف ہے۔[2]

علامہ ابن رشد بدایۃ المجتہد میں عورتوں کی گواہی کے حوالے سے فقہاء کی مختلف تعبیرات بیان کرتے ہیں کہ جمہور کا مذہب یہ ہے کہ حدود میں عورتوں کی گواہی قبول نہیں ہے۔ اہل ظاہر نے کہا ہے کہ آیت کے ظاہر کے پیش نظر ہر چیز میں عورتوں کی گواہی قبول ہے کہ ان کے ساتھ مرد بھی ہو اور عورتیں ایک سے زیادہ ہوں۔ امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں کہ عورتوں کی گواہی اموال میں قبول ہے۔ نیز حدود کے علاوہ احکام مثلاً طلاق، رجعت، نکاح اور آزادی میں بھی قبول ہے۔ امام مالک کے نزدیک احکام بدن میں کسی حکم کے بارے میں قبول نہیں ہیں۔ تنہا عورتوں کی گواہی یعنی جب عورتیں ہی ہیں اور مرد نہ ہوں تو جمہور کے نزدیک یہ ان حقوق ابدان کے بارے میں قبول ہیں جن میں غالباً مرد مطلع نہیں ہوتے۔ مثلاً ولادت، ولادت کے وقت بچے کا رونا اور عورتوں کے عیوب، رضاعت کے سوا ان میں سے کسی کے بارے میں اختلاف نہیں ہے۔[3]

ابن حزم کے نزدیک تمام معاملات میں عورت کی گواہی قابل قبول ہے اور ایک مرد کی گواہی دو عورتوں کے برابر ہے۔ البتہ رضاعت میں مرد و عورت کی گواہی مساوی ہے۔ المحلیٰ ابن حزم میں ہے کہ یہ جائز نہیں کہ زنا میں چار عادل مسلمان مردوں سے کم کی گواہی قبول کی جائے یا ہر مرد کی بجائے دو عادل مسلمان عورتوں کی گواہی قبول کی جائے۔ اسی طرح تین مردوں اور دو عورتوں یا دو مردوں اور چار عورتوں یا ایک مرد اور چھ یا آٹھ عورتوں کی گواہی قبول کی جائے گی۔ حدود اور خون سے متعلق نیز قصاص، نکاح، طلاق، رجعت اموال اور تمام حقوق میں صرف دو عادل مسلمان مردوں یا ایک عورتوں اور دو عورتوں یا چار عورتوں کی گواہی قبول کی جائے گی۔ حد کے سوا ان تمام مسائل میں ایک عادل مرد یا دو عورتوں کی قسم کے ساتھ گواہی قبول کی جائے گی۔ رضاعت میں ایک عادل مرد یا ایک ہی عادل مرد کی شہادت بھی قبول ہے۔[4]

ابن حزم سورۃ البقرہ کی آیت ۲۸۲ کے علاوہ حدیث یہ بھی استدلال کرتے ہیں کہ دو عورتوں کی گواہی ایک مرد کے برابر ہے۔ عبداللہ بن عمر سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا:

''فشهادة امرأتين تعدل شهادة رجل''۔[5]

ترجمہ: دو عورتوں کی گواہی ایک مرد کی گواہی کے برابر ہے۔

ابن حزم اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں کہ دو عورتوں کی گواہی ایک مرد کی گواہی کے برابر ہے۔ پس یہ ضروری ہے کہ جہاں ایک مرد کی گواہی قبول ہے وہاں دو عورتوں کی گواہی قبول کی جائے۔ اسی طرح جیسے مردوں کی تعداد زیادہ ہو گی، عورتوں کی تعداد بھی اسی حساب سے زیادہ ہو گی۔[6]

یہاں امام ابن تیمیہ اور ان کے شاگرد امام ابن القیم کا نقطہ نظر انتہائی اہمیت کا حامل ہے جنہوں نے عورت کی گواہی کے معاملے میں عام فقہی

2– العسقلانی، ابو الفضل احمد بن علی بن حجر، فتح الباری شرح صحیح بخاری، (الناشر: دار المعرفۃ بیروت ۱۳۷۹ھ) ج5، ص266

3– ابن رشد الحفد، ابو الولد محمد بن لحمد القرطبی، بدایۃ المجتہد و نہایۃ المقتصد، کتاب الاقضیۃ، ج 4، ص 248

4– ابن حزم الاندلسی، ابو حمد علی بن لحمد الظاہری، المحلی بالاثار، (ناشر: دار الفکر بیروت، طبع : 1983)، ج 8، ص 476

5– القشری، مسلم بن الحجاج، المسند الصحیح المختصر بنقل العدل عن العدل الی رسول اللہ، کتاب الایمان، رقم الحدیث 79، ج 1، ص 86

6– ابن حزم الاندلسی، ابو حمد علی بن لحمد الظاہری، المحلی بالاثار، (ناشر: دار الفکر بیروت، طبع : 1983)، ج 8، ص 470

رائے سے سخت اختلاف کیا ہے۔ ان کے نزدیک اس آیت کا قضا اور عدالت کے معاملات سے کوئی تعلق نہیں اور اگر عورت پورے اعتماد سے گواہی دے تو اس کی گواہی کی بنیاد پر فیصلہ بھی ہو سکتا ہے اور آیت میں عورت کی آدھی گواہی کا معاملہ تدبیری ہے۔ امام ابن القیم لکھتے ہیں کہ ایک مرد کے مقابلے میں دو عورتوں کو گواہ بنانے کی حکمت خود قرآن نے یہ بیان فرمائی ہے کہ اگر ان میں سے ایک بھول جائے تو دوسری عورت اس کو یاد دلا دے جو اس بات کی دلیل ہے کہ یہ معاملے کے فریقین کے لیے محض ایک تدبیری نوعیت کی ہدایت ہے۔ اس کا عدالت اور قضا سے کوئی تعلق نہیں اور قاضی کے سامنے اگر ایک عورت بھی قابل اعتماد طریقے سے گواہی دے تو قاضی اس کی بنیاد پر فیصلہ کر سکتا ہے۔[7]

امام ابن القیم اپنے استاد علامہ ابن تیمیہ کے حوالے سے مزید لکھتے ہیں کہ حکم کی علت کی رو سے دو عورتوں کی گواہی کو مطلقاً ایک مرد کے مساوی قرار نہیں دیا جاسکتا، بلکہ ایک عورت کی گواہی کو دوسری عورت کی گواہی سے مؤکد کرنے کا اہتمام انہی معاملات میں مطلوب ہے جن میں تجربہ اور ممانعت کی کمی کے باعث عورتوں کے بھول چوک یا عدم ضبط کا شکار ہو جانے کا خدشہ ہو۔ ان کے علاوہ باقی امور میں جہاں وہ اپنے مشاہدے اور تجربے کی بنیاد پر پورے اعتماد سے گواہی دے سکتی ہیں ان کی گواہی مردوں کے برابر ہی سمجھی جائے گی۔[8]

2. مفسرین اور فقہاء کے نزدیک عورت کی نصف گواہی کی توجیہات

مفسرین اور فقہاء کے نزدیک قرآن کریم نے عورت کی نصف گواہی کی علت سورۃ البقرہ آیت ۲۸۲ میں بیان کی ہے:

أَنْ تَضِلَّ إِحْدَاهُمَا فَتُذَكِّرَ إِحْدَاهُمَا الْأُخْرَى۔

ترجمہ: ایک بھول جائے تو دوسری اس کو یاد دلائے۔

امام ابو منصور ماتریدی عورت کی نصف کی وجہ بھول، غفلت اور ناقص عقل ہونا بیان کرتے ہیں:

"ولأ نهن جعلن على السهو والغفلة ونقصان العقل لقوله صلى الله عليه وسلم انهن ناقصات عقل و دين"[9]

ترجمہ: اور اس لیے کہ عورتوں کو بھولنے، غفلت اور عقل و دین کی کمی پر پیدا کیا گیا ہے، جیسا کہ رسول اللہؐ نے فرمایا، بے شک عورتیں عقل اور دین میں ناقص ہیں۔

دوسری جگہ امام ماتریدی استدلال کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے گواہی کو میراث میں مرد و عورت کے حصوں کی طرح تقسیم کیا ہے کہ مرد کی گواہی دو عورتوں کے برابر ہے۔[10]

امام فخر الدین رازی عورت کی نصف گواہی کی وجہ آیت سے استدلال کرتے ہوئے یونانی طب کی روشنی میں بیان کرتے ہیں کہ اگر ان میں سے ایک بھول جائے تو دوسری عورت اسے یاد دلائے گی۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ عورتوں کی فطرت میں بھول و نسیان غالب ہوتا ہے کیونکہ ان کے جسمانی ڈھانچے میں سردی اور تری زیادہ ہوتی ہے۔ دو عورتوں کا ایک ساتھ ہونا اس بھول و نسیان کو ذہن سے مزید دور کر دیتا ہے بہ نسبت ایک عورت کے

[7]- ابن القيم الجوزية، محمد بن ابی بكر، اعلام الموقعين عن رب العالمين، دار الكتب العلمية، بيروت، 1411 هـ/ 1991م)، ص 187

[8]- ابن القيم الجوزية، محمد بن ابی بكر، الطريق الحكميه فى السياسة الشرعيه ، (ناشر: دار عطاات العلم رياض، طبع 1440)، ص 15

[9]- الماتريدى، ابو منصور ، محمد بن محمد بن محمود ، تاويلات اهل السنة، (ناشر:دارالكتب العلمية، بيروت، لبنان، الطبعة ١٤٢٦ھ ، ج 2، ص 282

[10]- ایضاً، ج2، ص284

بھولنے کے۔ اس طرح دو عورتیں ایک مرد کی جگہ لے لیتی ہیں تا کہ اگر ایک بھول جائے تو دوسری عورت اسے یاد دلائے اور یہ ہی آیت کا مطلوبہ مطلب ہے"۔(11) دوسری جگہ امام فخر الدین عورت کی آدھی گواہی کو مردانہ برتری کے تناظر میں دیکھتے ہیں۔

"قلنا: ها هنا غرضان احدهما: حصول الاشهاد، وذلك لاياتى الا بتذكير احدى المرأتين الثانية والثانى: بيان تفضيل الرجل على المرأة"(12)

ترجمہ: ہم کہتے ہیں کہ یہاں دو مقاصد ہیں پہلا مقصد گواہی کا حصول اور وہ اس وقت تک حاصل نہیں ہوتا جب تک ایک عورت، دوسری عورت کو یاد نہ دلائے۔ دوسرا مقصد مردوں کی عورتوں پر برتری کو واضح کرنا۔

علامہ سرخسی کے نزدیک عورت کی ناقص گواہی کی وجہ عقل و دین کا نقصان اور بھول اور نسیان کا غلبہ ہے۔ علامہ سرخسی فرماتے ہیں: "اصل اصول یہ ہے کہ عورتوں کی گواہی نہیں ہوتی کیونکہ وہ ناقص العقل اور دین ہیں جیسا کہ رسول اللہ نے انہیں بیان کیا اور یہ خاص ان کے عدم (گواہی نہ ہونے) کے شبہ کو ثابت کرتی ہے۔ پھر عورتوں میں بھول اور نسیان کا غلبہ ہوتا ہے اور ان میں جلد دھوکہ کھانے اور خواہش کی طرف مائل ہونے کا رجحان زیادہ ہوتا ہے"۔(13)

امام ابوزہرہ آیت کی ذیل میں عورت کی نصف گواہی کی علت "ضلال" کی تعبیر کرتے ہوئے کہتے ہیں: "عورت اپنی مضبوط جذباتی کیفیت اور حادثات سے شدید متاثر ہونے کی وجہ سے بعض اوقات ایسی چیزوں کا گمان کرتی ہے جو حقیقت میں موجود نہیں ہوتیں اور یہی ضلال ہے۔ یہ ایسی یادداشت ہے جس میں حقیقی واقعات کا فقدان ہوتا ہے یا ایسا گمان جو حقیقت پر مبنی نہیں ہوتا۔ اس قسم کا بھول و نسیان زیادہ تر عورتوں اور بچوں میں پایا جاتا ہے کیونکہ حادثات کے ذہنوں پر اس طرح اثر کرتے ہیں کہ وہ ایسی اشیاء کا تصور کرتے ہیں جو حقیقی طور پر وجود میں نہیں ہوتیں۔ اسی وجہ سے عورت کے ساتھ ایک اور عورت کا ہونا ضروری ہے تا کہ وہ آپس میں حق کو یاد دلائیں۔(14)

علامہ رشید رضا عورت کی آدھی گواہی کی علت کے حوالے سے مفسرین کے تصورات مثلاً عورت کا ناقص عقل اور صاحب نسیان کو رد کرتے ہیں اور اپنے استاد مفتی عبدہ کے حوالے سے لکھتے ہیں: "صحیح وجہ یہ ہے کہ عورت کا کام مالی معاملات اور اس قسم کے دیگر امور میں مشغول ہونا نہیں ہے اس لیے ان معاملات میں عورت کی یادداشت کمزور ہوتی ہے تاہم گھریلو امور میں جو اس کی ذمہ داری ہوتی ہے اس کی یادداشت مرد سے مضبوط ہوتی ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ انسانی فطرت میں مرد و عورت دونوں کے لیے یہ بات شامل ہے کہ جن امور میں ان کی دلچسپی زیادہ ہو اور جن میں وہ زیادہ مشغول ہوں ان کی یادداشت ان امور کے بارے میں مضبوط ہوتی ہے۔(15)

3. گواہی میں مساوات سے متعلق عصری تعبیرات

ماضی قریب اور عصر حاضر کے کئی ایسے اہل علم ہیں جنہوں نے عورت کی گواہی کے حوالے سے نصوص کی از سر نو تعبیر و تشریح کر کے روایتی

11- الرازی، فخر الدین، ابو عبداللہ محمد بن عمر (المتوفی ٦٠٦ھ) مفاتیح الغیب، (ناشر:دار احیاء التراث العربی، بیروت،طبع ١٣٢٠ھ) ج 7، ص 95

12- ایضاً، ج7ص95

13 - السرخسی، شمس الائمة محمد بن احمد (المتوفی ٣٨٣ھ) لمبسوط (ناشر: دارالمعرفة، بیروت، تاریخ النشر ١٣١٣ھ)، ج 16، ص 142

14 - ابی زهرة، محمد بن احمد بن مصطفیٰ ، زهرة التفاسیر، (ناشر: دارالفکر العربی ، طبع س ن) ج 2، ص 1072

15 - محمد رشید رضا (المتوفی ١٣٥٣ھ) تفسیر المنار، (ناشر: الهیئة المصریة العالمة لکتاب، ١٩٩٠ء)، ج 3، ص 104

فقہاء اور مفسرین کی آراء سے اختلاف کیا۔ ان میں کچھ اہل علم نے عورت کی آدھی گواہی کو صرف مالی معاملات تک محدود کیا اور باقی تمام معاملات میں مرد و عورت کی گواہی کو مساوی قرار دیا۔ جبکہ کچھ اہل علم نے عورت کی گواہی کو عرف کی تبدیلی اور علت سے متعلق قرار دیا کہ عصر حاضر میں تعلیم عام ہونے کی وجہ سے مرد و عورت کی گواہی مساوی ہو چکی ہے۔ ان مفکرین میں پاک و ہند، اہل عرب، معاصر شیعہ مفکرین اور فیمنسٹ مفکر شامل ہیں۔

3.1 پاک و ہند کے اہل علم کی عصری تعبیرات

پاک و ہند کی اکثریت اہل علم عورت کی نصف گواہی سے متعلق جمہور مفسرین اور فقہاء کے موافق ہیں۔ اہل حدیث عالم حافظ صلاح الدین یوسف سورۃ البقرۃ آیت ۲۸۲ کی تفسیر میں لکھتے ہیں: "علاوہ ازیں قرآن کی اس آیت سے معلوم ہوا کہ دو عورتوں کی گواہی ایک مرد کے برابر ہے۔ نیز مرد کے بغیر صرف اکیلی عورت کی گواہی بھی جائز نہیں۔ سوائے ان معاملات کے جن پر عورت کے علاوہ کوئی اور مطلع نہیں ہو سکتا"۔[16]

مولانا عبد الماجد دریا بادی بھی عورت کی نصف گواہی کا موقف اختیار کرتے ہیں: "یہودی قانون میں گواہی صرف مردوں کی معتبر ہے اور عورتوں کی شہادت سرے سے قابل تسلیم نہیں تھی۔ اسلام نے اسے یہ حق دیا ہے لیکن ساتھ ہی اپنے علم کامل اور تحقیق کی بناء پر عورت کی گواہی کا مرتبہ مرد کے مقابلہ میں نصف مانا ہے"۔[17]

پاک و ہند کے اکثریت کے بر خلاف اہل علم کی ایک تعداد نے عورت کی گواہی کے حوالے سے جمہور سے اختلاف کیا اور اس حوالے سے سورۃ البقرۃ آیت ۲۸۲ کی نصوص کی نظر ثانی کی۔ ان اہل علم میں بعض کا موقف ہے کہ عورت کی آدھی گواہی صرف مالی معاملات تک محدود ہے باقی تمام معاملات میں مرد و عورت کی گواہی مساوی شمار ہو گی۔ بر صغیر کے اولین حقوق نسواں کے علمبردار مولوی ممتاز علی نے خواتین کے حقوق پر ایک جامع کتاب لکھی جس میں انہوں نے عورت کی آدھی گواہی کے مسئلے کو تعبیر نو کیا۔

مولوی ممتاز علی کے مطابق جس آیت کی رو سے ایک مرد کی گواہی دو عورتوں کی گواہی کے مساوی قرار دی گئی ہے وہ آیت تمسک قرضہ سے تعلق رکھتی ہے۔ ظاہر ہے کہ تحریر تمسکات و دستاویزات حساب کتاب عدالت میں یا محکمہ قضاۃ ایسے معاملات ہیں جو عام طور پر عورتوں کے لیے غیر معمولی قسم کے کام ہیں اور بوجہ تعلیم و تجربہ کی کمی اور عدم واقفیت کی وجہ عورتیں ان معاملات کو عرصہ دراز تک یاد نہیں رکھ سکتیں اس کے مقابلے میں مرد ایسے معاملات سے بخوبی واقف ہوتے ہیں اور یاد بھی رکھتے ہیں۔ اس وجہ سے ایک عورت کے بجائے دو عورتوں کو گواہی کے لیے ضروری ٹھہرایا گیا تاکہ ایک عورت معاملہ بھول جائے تو دوسری اس کو یاد دلائے اور یہی آیت میں مذکورہ حکم کی علت ہے۔[18]

مولوی ممتاز کے مطابق تمسک قرضہ کے علاوہ دیگر معاملات میں جو عورتوں کے فہم کے لیے غیر معمولی نہیں ہیں۔ مثلاً معاملات نکاح، طلاق، حدود قصاص وغیرہ میں جہاں کہیں قرآن مجید میں گواہی کے باب میں احکام آئے ہے، وہاں اس قسم کی تفریق کی درجہ بندی نہیں کی گئی۔[19]

---

[16]- صلاح الدین یوسف، حافظ احسن البیان، (ناشر: شاہ فہد قرآن کریم پرنٹنگ کمپلیکس، سعودی عرب، طبع س ن) ص 341

[17]- دریابادی، عبد الماجد، مولانا، تفسیر ماجدی مکمل، (ناشر: پاک کمپنی اردو بازار، لاہور، طبع س ن) ج 2، ص 233

[18]- سید ممتاز علی، مولوی، حقوق نسواں، (ناشر: دار الاشاعت پنجاب، لاہور، 1898ء لاہور) ص 18-19

[19]- ایضاً ص 19

غرض مولوی ممتاز علی کے نزدیک قرض کے معاملات کے علاوہ دیگر تمام معاملات میں مرد و عورت کی گواہی مساوی ہے۔ مولوی ممتاز علی ایک مرد کی گواہی کی جگہ دو عورتوں کی گواہی کے حوالے سے ایک اور انوکھی تعبیر پیش کرتے ہیں کہ اس حوالے سے یہ بھی ظن غالب ہے کہ ایک مرد کی گواہی کی بجائے دو عورتوں کی گواہی شاید اس وجہ سے ٹھہرائی گئی ہے کہ عورتیں بعض اوقات اپنی جسمانی معذوریوں کے سبب عدالت میں حاضری کے قابل نہیں ہوتیں۔ ایسی حالت میں دو عورتوں کے ہونے سے یہ فائدہ ہے کہ ایک کے معذور ہونے پر دوسری عورت گواہی دے سکے گی۔ مولوی ممتاز کے مطابق عورتوں کو اس قسم کا حق حاصل ہونا یعنی اپنی گواہی دوسرے سے دلوا دینا بھی اس معاملہ کا ایک ایسا پہلو ہے جس سے فی الجملہ عورتوں کے حقوق کی برتری مردوں پر ثابت ہوتی ہے۔[20]

مولانا عمر احمد عثمانی کے نزدیک یہ آیت قرض کے لین دین سے متعلق ہے۔ باقی تمام مواقع پر گواہی کے لیے قرآن کریم نے کہیں یہ پابندی نہیں لگائی کہ اگر دو مرد گواہ نہ ملیں تو ایک مرد اور عورتوں کو گواہ بنایا جائے۔ بلکہ حکم دیا ہے کہ دو معتبر گواہ بنالو۔ معتبر گواہ جیسے مردوں سے ہو سکتے ہیں ایسے ہی عورتوں سے بھی ہو سکتے ہیں۔ یہاں عمر احمد عثمانی اصول فقہ کی روشنی میں تعبیر پیش کرتے ہیں کہ اصول میں یہ بات طے شدہ ہے کہ مطلق آیات ہمیشہ اپنے اطلاق پر قائم رہتی ہیں۔ ان کے اطلاق کو دوسری آیات سے مقید نہیں کیا جاسکتا۔ لہذا آیت میں یہ تفصیل ہے کہ اگر دو مرد گواہ نہ ملیں تو ایک مرد اور دو عورتوں کو گواہ بنایا جائے صرف قرض کے لین دین کی دستاویز کے ساتھ مخصوص ہو گی۔ باقی معاملات میں مطلق حکم اپنے اطلاق پر قائم رہے گا کہ دو معتبر آدمیوں کو گواہ بنایا جائے۔ وہ دو معتبر آدمی مرد بھی ہو سکتے ہیں اور عورتیں بھی ہو سکتی ہیں۔[21]

غرض مولانا عمر احمد عثمانی کے نزدیک صرف قرض لین دین کی دستاویز کے سلسلے میں مرد و عورت کی گواہی میں مساوات نہیں یہ باقی تمام معاملات، حدود و قصاص، نکاح، طلاق کے معاملات میں مرد و عورت کی گواہی میں مساوات ہے۔ مولانا عمر احمد عثمانی قرض کے لین دین کی دستاویز میں عورت کی آدھی گواہی کی وجہ یہ بیان کرتے ہیں کہ عام طور پر عورتوں کا گھریلو دائرہ کار ہوتا ہے اور ان کا ذہن مالی لین دین اور قرض و ادھار کے معاملات میں مردوں کی طرح نہیں چل سکتا۔ وہ تفصیلات کے بیان میں الجھ سکتی ہیں۔ اس الجھاؤ اور اضطراب کو قرآن نے ان تضل احدھمافتذکر احدھما الاخری سے تعبیر کیا ہے کہ اگر عورت اپنے بیان میں الجھ جائے تو دوسری عورت اسے یاد دلائے۔[22] یہاں عمر احمد عثمانی مفسرین سے اختلاف کر کے تضل کے معانی بھول و نسیان کے بجائے الجھاؤ اور اضطراب سے کرتے ہیں۔

ڈاکٹر محمد شکیل اوج کا موقف مولانا عمر احمد عثمانی سے قریب تر ہے۔ ان کے مطابق قرض کی لین دین کے معاملات میں ایک مرد کی گواہی دو عورتوں کے برابر ہے اور یہ حکم صرف اسی آیت تک محدود ہے اسے ہر جگہ مستقل قانون کی صورت میں نافذ نہیں کیا جاسکتا۔[23] ان کے مطابق پورے قرآن میں فقط صرف یہی مقام ہے جہاں عورتوں کی گواہی کو اس طرح بیان کیا گیا ہے۔ بقیہ مقامات پر اس طرح کی کسی قید یا شرط کے بغیر گواہوں کا تذکرہ ملتا ہے۔[24]

---

[20]۔ ایضاً، ص20

[21]۔ ثمانی، عمر احمد، مولانا، فقہ القرآن، (ناشر: ادارہ فکر اسلامی گارڈن ایسٹ کراچی، جنوری 2003ء) ج6، ص130

[22]۔ ایضاً، ج3، ص96

[23]۔ اوج، محمد شکیل، ڈاکٹر، نسائیات: چند فکری و نظری مباحث، (کلیہ معارف اسلامیہ، جامعہ کراچی (جون 2012ء) ص240

[24]۔ ایضاً، ص229

غرض ڈاکٹر محمد شکیل اوج کے نزدیک صرف قرض کے معاملات میں مرد و عورت کی گواہی میں تفریق ہے باقی تمام معاملات میں تفریق نہیں۔ ڈاکٹر محمد شکیل اوج آیت میں مذکور عورت کی آدھی گواہی کی وجہ یہ بیان کرتے ہیں کہ مذکورہ آیت کا تعلق قرض سے ہے یعنی وہ صورت جس میں آج معاملہ کیا جائے اور آئندہ میں اس کی ادائیگی ہو ایسے معاملات میں انصاف پسندی کے بعد اہمیت یاد داشت کی ہوتی ہے اور حیاتیاتی طور پر عورت کی یاد داشت مرد سے کم ہو تو یہ عین حقیقت ہے کہ ایک مرد کی جگہ دو عورتیں گواہ بنائی جائیں۔ گویا عورت اور مرد میں گواہی کا فرق ضرورت کی بناء پر ہے نا کہ فضیلت کی بناء پر۔[25]

پاک و ہند کے کچھ اہل علم کے نزدیک اس آیت کا عدالتی مقدمات سے کوئی تعلق نہیں ہے اور تمام معاملات عورت کی گواہی اصلاً مرد کے مساوی ہے۔ صرف قرض کے معاملات میں اگر عورت ان معاملات سے ناواقف ہے تو ابہام سے بچاؤ کے لیے دوسری عورت اسے سہارا دے گی۔ جاوید احمد غامدی اپنی تفسیر البیان میں مرد و عورت کی گواہی کی تشریح و تعبیر کے حوالے سے درج ذیل رائے دیتے ہیں:

"اس آیت میں گواہی کا جو ضابطہ بیان ہوا ہے کہ اس کے بارے میں دو باتیں واضح رہنی چاہییں: ایک یہ کہ واقعاتی شہادت کے ساتھ اس ضابطے کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ یہ صرف دستاویزی شہادت سے متعلق ہے۔ ہر شخص جانتا ہے کہ دستاویزی شہادت کے لیے گواہ کا انتخاب ہم کرتے ہیں اور واقعاتی شہادت میں گواہ کا موقع پر موجود ہونا ایک اتفاقی معاملہ ہوتا ہے۔ ہم اگر کوئی دستاویز لکھتے ہیں یا کسی معاملے میں کوئی اقرار کرتے ہیں تو ہمیں اختیار ہے کہ اس پر جسے چاہیں گواہ بنائیں۔ لیکن زنا، چوری، قتل، ڈاکہ اور اس طرح کے دوسرے جرائم میں جو شخص بھی موقع پر موجود ہوتا ہے۔ وہی گواہ قرار پاتا ہے۔ چنانچہ شہادت کی ان دونوں صورتوں کا فرق اس قدر واضح ہے کہ ان میں سے ایک کو دوسری کے لیے قیاس کا مبنیٰ نہیں بنایا جا سکتا۔ دوسری یہ کہ آیت کے موقع و محل اور اسلوب بیان میں اس بات کی کوئی گنجائش نہیں ہے کہ اسے قانون و عدالت سے متعلق قرار دیا جائے۔ اس میں عدالت کو مخاطب کر کے یہ بات نہیں کہی گئی کہ اس طرح کا کوئی مقدمہ اگر پیش کیا جائے تو مدعی سے اس نصاب کے مطابق گواہ طلب کرو۔ اس کے مخاطب ادھار کا لین دین کرنے والے ہیں اور اس میں انہیں یہ ہدایت کی گئی ہے کہ وہ اگر ایک خاص مدت کے لیے اس طرح کا کوئی معاملہ کریں تو اس کی دستاویز لکھ لیں اور نزاع اور نقصان سے بچنے کے لیے ان گواہوں کا انتخاب کریں جو پسندیدہ اخلاق کے حامل، ثقہ، معتبر اور ایماندار بھی ہوں اور اپنے حالات و مشاغل کے لحاظ سے اس ذمہ داری کو بہتر طریقے پر پورا بھی کر سکتے ہوں۔ یہی وجہ ہے کہ اس میں اصلاً مردوں ہی کو گواہ بنانے اور دو مرد نہ ہوں تو ایک مرد کے ساتھ دو عورتوں کو گواہ بنانے کی ہدایت کی گئی ہے تاکہ گھر میں رہنے والی یہ بی بی اگر عدالت کے ماحول میں کسی گھبراہٹ میں مبتلا ہو تو گواہی کو ابہام و اضطراب سے بچانے کے لیے ایک دوسری بی بی اس کے لیے سہارا بن جائے۔ اس کے یہ معنی ظاہر ہے کہ نہیں ہو سکتے کہ عدالت میں مقدمہ اسی وقت ثابت ہو گا، جب کم سے کم دو مرد یا ایک مرد اور عورتیں اس کے بارے میں گواہی دینے کے لیے آئیں۔ یہ ایک معاشرتی ہدایت ہے جس کی پابندی اگر لوگ کریں گے تو ان کے لیے یہ نزاعات سے حفاظت کا باعث بنے گی۔ لوگوں کو اپنی صلاح و فلاح کے لیے اس کا اہتمام کرنا چاہیے، لیکن مقدمات کا فیصلہ کرنے کے لیے یہ کوئی نصاب شہادت نہیں ہے جس کی پابندی عدالت کے لیے ضروری ہے"۔[26]

غرض جاوید احمد غامدی کے نزدیک آیت کا مقدمات سے کوئی تعلق نہیں ہے اور تمام عدالتی مقدمات میں مرد و عورت کی گواہی مساوی ہے اور

[25] اوج، محمد شکیل، ڈاکٹر، نسائیات: چند فکری و نظری مباحث، ص230-231

[26] غامدی، جاوید احمد، البیان، المورد، (ناشر: ادارہ علم و تحقیق، لاہور، جولائی 2018ء) ج1، ص305-306

آیت کا دین کی لین دین سے متعلق معاشرتی ہدایت ہے۔ یہاں غامدی صاحب عورت میں نسیان کے تصور کو رد کرتے ہوئے ابہام کی اصلاح استعمال کرتے ہیں اور گھریلو عورت مراد لیتے ہیں جس کا عام مالی لین دین سے تعلق نہیں ہوتا۔ غامدی صاحب کے نزدیک مرد کی طرح عورت کی اصلاً ایک گواہی ہے اور دوسری عورت اس کو ابہام کی صورت میں سہارا دے گی۔ جاوید احمد غامدی کے موقف کو ان کے شاگرد ڈاکٹر محمد فاروق خان مزید آگے بڑھاتے ہیں کہ اس آیت کے ضمن میں دو اہم پہلو ہیں: ایک یہ کہ آیت سرے سے عدالت کو مخاطب ہی نہیں کرتی۔ اگر یہ آیت عدالت کو مخاطب کرتی تو اس کے الفاظ یوں ہوتے "اے ایمان والو! جب تمہارے پاس قرض کا کوئی مقدمہ لایا جائے تو" یہ آیت صرف ایک معاشرتی ہدایت بیان کرتی ہے تاکہ لوگوں کی زندگی تنازعات سے محفوظ رہے۔ باقی رہی عدالت کی بات تو اگر عدالت کے پاس قرض کا کوئی تنازعہ لایا جائے تو وہ اپنی تحقیق و تسلی کے لیے دستاویزات کی چھان بین کرے گی، موقع کے گواہوں کے بیانات بھی لے گی، حالات و واقعات کو بھی دیکھے گی اور سچائی تک پہنچنے کی کوشش کرے گی تاکہ حق دار کو اس کا حق ملے۔ دوسرا اہم پہلو یہ ہے کہ یہ آیت صرف دستاویزی شہادت سے متعلق ہے۔ کوئی واقعہ یا کوئی جرم کسی سے پوچھ کر نہیں ہوتا۔ ممکن ہے اس وقت وہاں مرد ہوں، عورتیں ہوں، ویڈیو کیمرہ ہو یا صرف آثار و قرائن مثلاً فنگر پرنٹس یا خون کے دھبے ہوں۔ لہذا کسی بھی واقعہ یا جرم سے متعلق عدالتی کارروائی میں ان سب چیزوں سے مدد لینی پڑے گی گو یا عدالتی گواہی سے اس آیت کا کوئی تعلق نہیں۔(27)

ڈاکٹر محمد فاروق خان اس تصور کی نفی کرتے ہیں کہ عورت کی آدھی گواہی کی وجہ اس کی عقل اور فہم و شعور کی کمزوری ہے۔ ان کے مطابق جدید ترین سائنسی اور نفسیاتی تحقیقات کی رو سے یہ بات ثابت ہے کہ مردوں اور عورتوں کی عقل اور ان کا فہم برابر ہے۔

ڈاکٹر محمد فاروق خان کے نزدیک مذکورہ آیت میں دراصل وہ گھریلو غیر تعلیم یافتہ اور تجارتی معاملات سے نابلد خواتین مراد ہیں جن کا کسی کاروباری معاملے کو یاد رکھنے میں الجھ جانا ممکن ہے۔ ڈاکٹر محمد فاروق خان کے مطابق یہ آیت واضح طور پر بتا رہی ہے کہ یہ ہدایت اس معاشرے سے متعلق ہے جہاں مردوں میں بھی تعلیم کم تھی۔ اس آیت کا یہ ٹکڑا کہ اپنے پسندیدہ لوگوں میں سے گواہ بنالیا کرو، عورتوں کے معاملے میں یہ واضح کرتا ہے کہ کسی دستاویز پر ان کی گواہی لینے کی ضرورت پیش آجائے تو اپنی گھریلو عورتوں سے یہ گواہی لی جائے، اس لیے کہ پسندیدہ اور قریبی خواتین یہی ہو سکتی ہیں گویا یہ بات ظاہر ہے کہ یہاں عورتوں سے مراد گھریلو غیر تعلیم یافتہ عورتیں ہیں۔ ظاہر ہے کہ ایسی خواتین کا قرض کے معاملات میں الجھن میں پڑ جانا بعید از قیاس نہیں۔(28)

غرض ڈاکٹر محمد فاروق خان کے نزدیک آیت میں دو عورتوں کی گواہی سے مراد گھریلو کم علم عورتیں مراد ہیں اور اگر خواتین قرض اور کاروباری معاملات سے بھرپور واقف ہیں تو ان کی گواہی مکمل طور پر مرد کے مساوی ہے۔ کچھ معاصر اہل علم کے نزدیک مذکورہ آیت میں عورت کی آدھی گواہی کا کوئی تصور نہیں ہے اور عورت کو یہ سہولت دی گئی ہے کہ وہ کسی وجہ سے دوسری عورت سے مشورہ کر لے یا اس کی جگہ دوسری عورت گواہی دے دے۔ اہل حدیث عالم مولانا عبد الکریم اثری کا موقف ہے کہ عورت کی آدھی گواہی کا ذکر قرآن پاک میں نہیں ہے۔ سورۃ البقرۃ کی آیت ۲۸۲ میں قرض و ادھار کی لین دین کے معاملات کا ذکر ہے اور ادھار لین دین کے معاملات طویل وقت کے لیے ہوتے ہیں اور عورتوں کے حالات مردوں سے مختلف ہوتے ہیں اس لیے اگر عورتوں کو گواہ بنایا جائے تو دو عورتوں کو مقرر کرنا ضروری ہے کہ ایک نسوانی حالات کے پیش نظر گواہی نہ دے سکے تو

[27]- محمد فاروق خان، ڈاکٹر، قرآن آسان ترجمہ و تفسیر، (ناشر، ڈاکٹر محمد فاروق خان، مردان، ڈیفنس کالونی، اپریل 2008ء) ص 131-132

[28]- ایضاً، ص 131

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 04 (2025)

دوسری عورت اس جگہ گواہی دے۔ مولانا اثری کے نزدیک اس آیت سے عورت کی آدھی گواہی کا تصور نہیں ملتا بلکہ عورت کے نسوانی عوارضات کا تصور اجاگر ہوتا ہے کہ اگر ایک عورت اپنے عارضہ کے پیش نظر اگر گواہی کے لیے حاضر نہیں ہو سکتی تو دوسری عورت گواہی کے لیے حاضر ہو جائے تاکہ معاملہ جلد حل ہو جائے اور گواہی کی وجہ سے دیر نہ ہو۔[29]

مولانا عبد الکریم اثری کے نزدیک کتاب و سنت سے ایک مثال اس بات کی پیش نہیں کی جا سکتی کہ ایک مرد کے ساتھ دو عورتوں کی الگ الگ گواہی لی گئی ہو بلکہ قرآن کریم میں مرد و عورت کے قضیہ میں ایک دوسرے کے مقابلہ میں برابر برابر شہادت دینے کا واضح الفاظ میں ذکر موجود ہے جس کی وضاحت سورۃالنور کی آیت ۶ سے ۹ تک کی گئی ہے اور دونوں کی گواہی میں کوئی فرق نہیں رکھا گیا۔[30]

ڈاکٹر طاہر القادری کے نزدیک یہ تصور غلط ہے کہ اسلام نے عورت کی گواہی کو نصف قرار دیا ہے۔ ان کے نزدیک قرآن مجید کی جس آیت کریمہ سے یہ تصور اخذ کیا جاتا ہے اسے سیاق و سباق کے ساتھ غور کریں تو معلوم ہوتا ہے کہ اس آیت میں عورت کو یہ رعایت دی گئی ہے کہ گواہی دیتے وقت دوسری عورت سے مشورہ کر سکتی ہے۔ ڈاکٹر طاہر القادری مزید رائے دیتے ہیں کہ قاعدہ یہ ہے کہ مرد اگر عدالت میں گواہی کے دوران کسی سے مشورہ طلب کرے تو اس کی گواہی مسترد کر دی جاتی ہے کہ وہ بھول رہا ہے جب کہ عورت کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ گواہی کے دوران اگر اپنی ساتھی عورت سے مشورہ کرنا چاہے تو کر سکتی ہے۔ عدالت اس کی گواہی محض اس بناء پر رد نہیں کر سکتی کہ وہ دوسری عورت سے مشورہ کیوں کر رہی ہے۔[31]

علامہ غلام احمد پرویز کے نزدیک دو عورتوں کی گواہی سے متعلق قرآن مجید نے خود ہی بات واضح کر دی ہے کہ اگر عورت بھول جائے تو دوسری عورت اسے یاد دلا دے اس سے یہ دو باتیں واضح ہوتی ہیں۔

1. یہ کہ اس زمانے میں عورتوں کی حالت ایسی تھی کہ وہ جہالت کی وجہ سے ایک طرف اپنا معاملہ بھی وضاحت سے بیان نہیں کر سکتی تھیں اور چونکہ انہیں اجتماعی امور میں حصہ لینے کے مواقع نہیں دیئے جاتے تھے اس لیے عدالت کے سامنے ان کا پریشان ہو جانا کچھ مستبعد نہیں تھا۔
2. دوسری عورت کی ضرورت اس وقت لاحق ہوتی تھی جب پہلی عورت کچھ بھول جائے یا اسے الجھاؤ پیدا ہو جائے اگر پہلی عورت کی حالت ایسی نہ ہو تو پھر نہ دوسری عورت دخل دے سکتی ہے نہ اس کی گواہی کی ضرورت پڑتی ہے۔ اس سے واضح ہے کہ ایک مرد کے عوض دو عورتیں بطور گواہ پیش نہیں ہوتی تھیں بلکہ گواہی ایک ہی کافی سمجھی جاتی تھی بشرطیکہ وہ عدالت میں آکر گھبرا نہ جائے۔[32]

غلام احمد پرویز کے نزدیک عورت کو محض عورت ہونے کی وجہ سے مردوں کے مقابلے میں ناقص الاعتبار نہیں دیا گ۔ یا صرف عورت کی اس مخصوص حالت کو ملحوظ رکھا گیا ہے اگر وہ حالات نہ رہیں تو ایک عورت کی گواہی ایک مرد کی گواہی کے برابر تسلیم کی جائے گی۔[33]

---

[29] اثری، عبد الکریم، مولانا، سوال اٹھتا ہے؟ (ناشر: انجمن اشاعتِ اسلام، ٹھٹھہ عالیہ ضلع منڈی بہاوالدین اگست ۲۰۱۲ء) ص16-17

[30] ایضاً ص17

[31] طاہر القادری، محمد، ڈاکٹر، فکری مسائل کا حل: اسلام کیا کہتا ہے؟ (ناشر: منہاج القرآن پبلی کیشن، لاہور طبع س ن)، اسلام کیا کہتا ہے؟ ص322

[32] پرویز، غلام احمد، قرآنی قوانین، (ناشر: طلوع اسلام ٹرسٹ، لاہور مئی 1998ء) ص40-41

[33] ایضاً ص41

3.2عالم عرب کے اصلاح پسند مفکرین کی تعبیرات

عالم عرب کے اصلاح پسند مفکرین نے بھی عورت کی گواہی سے متعلق عصری تعبیرات پیش کی ہیں۔ اس حوالے سے انہوں نے جمہور کے موقف اور معاصر عرب اہل علم کی اکثریت سے اختلاف کیا ہے۔ ان میں کچھ اہل علم اس آیت کو تاریخی سیاق وسباق کے تناظر میں تعبیر کرتے ہیں۔ مراکش کے عابد الجابری سورۃ البقرۃ آیت ۲۸۲ میں ایک مرد اور عورتوں کی گواہی کے وجہ پر بحث کرتے ہوئے دلیل دیتے ہیں کہ دو عورتوں کو ایک مرد کے بدلے میں گواہی دینے کی وجہ یہ ہے کہ عورت کے بھول جانے یا غلطی کرنے کا امکان ہو سکتا ہے لیکن یہ عورت کی فطری صلاحیتوں کا حصہ نہیں ہے بلکہ اس وقت کے سماجی اور تعلیمی حالات کی وجہ سے تھا۔ یہاں الجابری یہ سوال اٹھاتے ہیں کہ چونکہ اب حالات بدل چکے ہیں تو کیا جب علت ختم ہو جائے تو چیزیں اپنی اصل حالت میں واپس آجاتی ہیں کے اصول کا اطلاق کیا جائے جس کا مطلب مرد و عورت کی گواہی میں مساوات ہے یا پھر آیت کے لفظی مطلب کو برقرار رکھا جائے؟

مصر کے ڈاکٹر زید ابو نصر کا موقف ہے کہ کلاسیکی علماء سورۃ البقرۃ کی آیت ۲۸۲ کو ایک تشریعی سیاق وسباق میں دیکھے ہیں لیکن زید ابو نصر اس آیت کو ایک قانونی شرعی معیار کے طور پر نہیں دیکھتے جو یہ جواز فراہم کرتی ہے کہ عورت کی فطرت مردوں سے کمتر ہے بلکہ یہ آیت صرف ایک مخصوص وقت، عرف اور حالات میں عورت کی عارضی کمی کا ذکر کرتی ہے۔

کچھ معاصر اہل عرب علماء اس آیت کا اطلاق صرف قرض اور تجارت تک کے معاملات تک محدود رکھتے ہیں اور باقی معاملات میں مرد و عورت کی گواہی مساوی قرار دیتے ہیں۔ سلیم البنسھاوی کے نزدیک مرد و عورت کے درمیان گواہی میں فرق صرف قرض اور تجارت کے معاملات میں ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ عورتوں کی طبیعت کاروباری امور کو جلدی بھول جاتی ہے جو اگرچہ کم ہی واقع ہوتا ہے باقی تمام معاملات کے حوالے سے قرآنی نصوص میں مرد اور عورت کی گواہی کوئی فرق نہیں ہے۔(34)

تاہم کچھ معاصر عرب اہل علم کے نزدیک اگر خواتین مالیاتی معاملات میں مہارت حاصل کرتی ہیں تو ان کی گواہی مساوی قرار پائے گی۔ مصر کے عالم محمد عمارہ کے مطابق مرد اور عورت کی گواہی کے معاملے میں الشھادۃ (گواہی) اور الاشھادۃ (گواہی دینے) کو باہم مخلوط کر دیا گیا ہے الشھادۃ کا مطلب ثبوت کا وہ ذریعہ ہے جسے جج انصاف کا فیصلہ کرنے کے لیے گواہ کی گواہی کی بنیاد پر سن سکتا ہے۔ الزام عائد کرنے کے لیے یہ ضروری نہیں کہ گواہ مرد ہو یا عورت بلکہ جج کو قائل کرنے کے لیے معیاری ثبوت فراہم کرنا ضروری ہے، چاہے گواہ کی صنف یا گواہوں کی تعداد کچھ بھی ہو۔(35)

محمد عمارہ کے مطابق سورۃ البقرۃ کی آیت ۲۸۲ قرض دہندہ کو اس کے قرض کی یاد دھانی کے لیے گواہی دینے کی بات کرتی ہے نہ کہ قاضی کے ذریعہ دو فریقوں کے تنازعہ کی سماعت میں لے جانے والی گواہی کی۔ یہ آیت ایک خاص قرض دہندہ کی طرف اشارہ کرتی ہے۔(36)

محمد عمارہ کے مطابق الاشھاد کا مطلب قرض کے معاملات میں گواہی دینا ہے۔ اسے دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتوں کے ذریعے پورا کیا جانا چاہیے۔ محمد عمارہ کے مطابق یہ شرط جدید تجارت میں ضروری نہیں ہے۔ محمد عمارہ کے مطابق یہ تعبیرات امام ابن تیمیہ، امام ابن القیم، محمد عبدہ اور محمود

34۔ سلیم البھناوی، مکانۃ المراۃ بین الاسلام والقوانین العالمیۃ ص 211-210

35۔ محمد عمارۃ، تحرری الاسلامی للمرأۃ، (ناشر: دارالشروق، قاہرۃ، الطبعۃ الاولیٰ ۱۴۲۱ھ) ص 71

36۔ ایضاً ص72

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 04 (2025)

شلتوت کے ہاں بھی موجود ہیں۔(37)

محمد عمارہ علامہ ابن تیمیہ کا حوالہ دیتے ہوئے سورۃ البقرہ آیت ۲۸۲ کی تفسیر کرتے ہوئے موقف اختیار کرتے ہیں کہ دو عورتیں ایک مرد کا متبادل ہیں تا کہ اگر عورت بھول جائے تو دوسری عورت اسے یاد دلا سکے۔ یہ خواتین کا عمومی رویہ نہیں ہے اور ہر گواہی میں ضروری نہیں ہے بلکہ یہ مہارت اور ہنر سے متعلق ہے اور تجربے کے ساتھ اس میں ترقی اور تبدیلی ہو سکتی ہے۔لہذا اگر کسی عورت کو مخصوص گواہی میں مہارت حاصل ہے، تو عورت کی گواہی ہمیشہ مرد کی گواہی کے نصف نہیں ہوتی۔(38)

ڈاکٹر طٰہٰ جابر العلوانی کے مطابق سورۃ البقرۃ کی آیت ۲۸۲ مالیاتی لین دین کے مخصوص سیاق وسباق سے متعلق ہے جس میں تاریخی طور پر خواتین کی شمولیت کم رہی ہے۔ اس لیے قرآن مجید اس حقیقت کا لحاظ کرتے ہوئے مالیاتی قرض کے معاملات میں دو عورتوں کی گواہی طلب کرتا ہے تا کہ لین دین میں درستگی اور غلطی کے امکانات کو کم کیا جا سکے۔ آیت میں یہ وضاحت کی گئی ہے کہ اگر ایک عورت بھول جائے تو دوسری اسے یاد دلا سکے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس وقت کے معاشرتی حالات میں خواتین کو مالی معاملات میں وہ تجربہ اور علم حاصل نہیں تھا جو مردوں کو ہوتا تھا۔ تاہم اس کا مطلب یہ نہیں کہ عورتوں کی ذہنی یا جسمانی صلاحیت مردوں سے کم ہے بلکہ یہ اس کے معاشرتی تناظر کا عکاس ہے جب خواتین کو معاشرتی اور معاشی معاملات میں شمولیت کے کم مواقع فراہم کیے جاتے تھے۔(39)

ڈاکٹر طٰہٰ جابر العلوانی اس بات پر زور دیتے ہیں کہ اس آیت کا مقصد گواہی کے نظام کو بہتر بنانا اور غلط فہمیوں سے بچنا ہے نہ کہ مردوں اور عورتوں کی صلاحیتوں میں فرق کو اجاگر کرنا۔ قرآن نے اس آیت کے ذریعے اس بات کی بنیاد رکھی کہ عورتیں بھی معاشرتی معاملات میں حصہ لے سکتی ہیں اور انہیں گواہ بنانا اس بات کی علامت ہے کہ قرآن نے خواتین کو معاشرتی امور میں شمولیت کے قابل سمجھا۔(40)

3.3 معاصر شیعہ علماء کی تعبیرات

مرد و عورت کی مساوی گواہی کے حوالے سے معاصر شیعہ اہل علم کے ہاں مختلف تعبیرات ہیں۔ کچھ معاصر شیعہ اہل علم روایتی نقطہ نظر رکھتے ہیں۔ سورۃ البقرۃ آیت ۲۸۲ کی بنیاد پر بعض معاصر شیعہ فقہاء کا موقف ہے کہ جب عدالت میں دو مرد گواہی دے رہے ہوں تو وہ اپنی بات آزادانہ طور پر بیان کر سکتے ہیں لیکن جب ایک مرد اور دو عورتیں گواہ ہوں تو دونوں عورتوں کو ایک ساتھ پیش ہونا چاہیے اور ان کی گواہی کو ایک کے طور پر شمار کیا جائے۔ آیت اللہ مکارم شیرازی کا موقف ہے کہ ایسے معاملے میں دونوں عورتوں کو اکٹھے حاضر ہونا چاہیے اور اگر ایک کو دوسری کی گواہی میں کوئی غلطی نظر آئے تو وہ اسے درست کر سکے/ان کے مطابق چونکہ عورتیں اپنی شدید جذباتیت کے زیر اثر آ سکتی ہیں اور بھولنے یا دیگر وجوہات کی وجہ سے صحیح گواہی دینے کا راستہ نہیں اپناتیں اس لیے ایک عورت دوسری کو درست کر سکتی ہے۔(41) آیت اللہ گرامی بھی یہی موقف پیش کرتے ہیں کہ

37 - ایضاً ص 73

38 - ایضاً ص 78

39 - Al-Alwani, T. J. (2005). Issues in contemporary Islamic thought (M. Said Ramadan, Ed.). (pp.163) International Institute of Islamic Thought.

40 - Ibid, pp.170

41 - Makarem Shirazi, N. (n.d.-a). Sūrah al-Baqarah, Āyah 282 [Interpretation of Q 2:282]. In Tafsīr Nemūneh (Vol. 2). Retrieved August 17, 2025, from https://makarem.ir/compilation/reader.aspx?pid=61894&lid=0&mid=26589

مردوں اور عورتوں کے درمیان ایک حیاتیاتی فرق ہے یعنی عورتوں کا بھولنے اور جذباتی ہونے کا رجحان ہے۔(42) آیت اللہ گرامی کے نزدیک قرآن مجید میں گواہی سے متعلق حکم ابدی اور ناقابل تبدیل ہے۔ ان کے مطابق سورۃ البقرۃ آیت ۲۸۲ کے پہلے حصہ میں یہ الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔ اہل ایمان کو خطاب کرنے کا یہ اسلوب اس بات کی تصدیق کرتا ہے کہ یہ آیت کسی خاص وقت اور مقام تک محدود نہیں ہے۔(43)

آیت اللہ یوسف صانعی، آیت اللہ مکارم شیرازی اور گرامی کی آراء سے اختلاف رکھتے ہیں۔ ان کے مطابق قدیم فقہاء کا اجماع کسی حکم کی توثیق کے لیے بنیاد نہیں ہونا چاہیے اور ان کے مطابق شیعہ مکتب فکر میں اجتہاد کا دروازہ بند نہیں ہے۔ آیت اللہ یوسف صانعی بحث کرتے ہیں کہ سورۃ البقرۃ آیت ۲۸۲ کا نزول تجارتی معاملات کے حوالے سے ہوا تھا اور اس کا تعلق اس زمانے سے تھا، جب عورتیں مالی امور سے واقف نہیں تھیں۔ یوسف صانعی نزول قرآن کے سیاق وسباق کو بیان کرتے ہوئے بتاتے ہیں کہ چونکہ اس وقت عورتیں قرض اور تجارتی معاہدوں جیسے مالی معاملات سے واقف نہیں تھیں اس لیے عورت مالی تفصیلات یاد نہ رکھ پاتیں اور ایک دوسری عورت کو وہاں ہونا چاہیے تھا تاکہ وہ اسے یاد دلا سکے۔ لہذا یوسف صانعی کے مطابق سورۃ البقرۃ آیت ۲۸۲ کا یہ حکم صرف قرآن کے نزول کے وقت کے متعلق تھا جب عورتیں عموماً قرض اور تجارتی معاہدوں جیسے مالی معاملات سے آگاہ نہیں تھیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ قرآن میں عورتوں کو کسی "فطری" بھولنے کی صلاحیت کا ذکر نہیں ہے۔(44)

اپنے اس خیال کی بنیاد پر کہ دینی احکام کو عصر حاضر سے ہم آہنگ ہونا چاہیے آیت اللہ صانعی یہ موقف اختیار کرتے ہیں کہ یہ قرآنی حکم دور حاضر میں لاگو نہیں ہوتا۔ "یہ حکم پچھلے زمانوں کے لیے تھا جب وہ عورتیں مسلسل جہالت اور فراموشی کا شکار تھیں اور علم وفنون سیکھنے سے محروم تھیں اور وہ خود کو معاشرے میں کسی کردار کا حامل نہیں سمجھتی تھیں۔ تاہم موجودہ دور میں جب خواتین مختلف علوم کے حصول میں مصروف عمل ہیں اور مختلف شعبہ جات اور علوم سے باخبر ہیں اور ان کے ذہن کشادہ ہیں۔ وہ تنقیدی خیالات اور نظریات کی حامل ہیں اور ان میں سے بہت سی سائنسدان اور محققین ہیں تو یہ نہیں کہا جاسکتا کہ دو عورتیں کی گواہی ایک مرد کے برابر ہے۔"(45)

آیت اللہ یوسف صانعی ایک انٹرویو میں مزید اپنے موقف پر روشنی ڈالتے ہیں کہ سورۃ البقرۃ آیت ۲۸۲ مردوں اور عورتوں کی گواہی کے بارے میں کوئی عمومی حکم نہیں دیتی جو یہ زمانے اور ہر حالت میں نافذ کیا جانا چاہیے یوسف صانعی کے مطابق گواہی دینے کا معیار "علم اور آگاہی" ہے اور اس بناء پر جب مرد اور عورتیں برابر علم رکھتے ہیں تو مرد و عورت کی گواہی بھی برابر ہو سکتی ہے۔(46)

آیت اللہ یوسف صانعی کی طرح آیت اللہ محسن کدیوار بھی مرد و عورت کی مساوی گواہی کے قائل ہیں۔ ان کا موقف یہ ہے کہ مذکورہ آیت میں دو عورتوں کی گواہی کی جو وجہ بیان کی گئی ہے وہ موجودہ دور سے غیر متعلق ہے۔ کیونکہ آیت کے نزول کے وقت اکثر خواتین مالی معاملات میں شامل نہیں تھیں۔ اس لیے دو عورتوں کی گواہی کو ایک عورت کے بھولنے کی تلافی کے لیے ضروری سمجھا گیا۔ موجودہ دور میں جب زیادہ تر خواتین تعلیم

42 - Gramami, M. A. (2014, December 28). Shahadat-e-zanan dar Qur'an be tor-e-kulli nadide gerefte nashode-ast [Women's testimony in the Qur'an is not altogether disregarded]. Khabaronline. Retrieved [10-05-2025], from https://www.khabaronline.ir/news/329610/...

43 - Gramami, M. A. (2014, December 28). Shahādat-e-zan dar Qur'ān be tor-e kullī nādīde gerefte nashode-ast [Women's testimony in the Qur'ān is not entirely disregarded]. Khabaronline. Retrieved [10-05-2025], from https://www.khabaronline.ir/news/329610/-شهادت-زن-در-قرآن-به-طور-کلی-نادیده-گرفته-نشده-است

44 - Akbar, A. (2021). Ayatollah Yusuf Sanei's contribution to the discourse of women's rights. Religions, 12(7), 535. https://doi.org/10.3390/rel12070535

45 - Ibid

46 - Ibid

یافتہ ہیں اس وجہ سے دوعورتوں کی گواہی کی علت اور اثر ختم ہو چکا ہے لہذا موجودہ دور میں اس آیت سے مرد وعورت کی گواہی کی عدم مساوات پر ممکن نہیں عورت کی گواہی وہی ہے جو مرد کی گواہی ہے۔(47) آیت اللہ احمد قابل بھی تمام معاملات میں مرد وعورت کی مساوی گواہی کے قائل ہیں۔(48)

3.4 فیمنسٹ مفکرین کی عصری تعبیرات

فیمنسٹ مفکرین صنفی مساوات کے قائل ہیں اور موجودہ دور میں کئی فیمنسٹ مفکرین نے اپنے صنفی اصول تعبیر وضع کیے اور ان کا دینی نصوص کی تفہیم و تعبیر پر اطلاق کیا۔ فیمنسٹ مفکرین کا موقف ہے کہ دینی نصوص میں مرد وعورت کے حقوق کے حوالے سے کوئی تفریق نہیں ہے اور یہی معاملہ مرد وعورت کی مساوی گواہی کا ہے۔ امینہ ودود[49] کا موقف ہے کہ مالی لین دین سے متعلق سورۃ البقرۃ کی آیت ۲۸۲ میں موجود پابندی کا اطلاق دیگر معاملات پر نہیں ہوتا۔ مالی معاملات میں دوعورتوں اور ایک مرد کی شرط عمومی اصول نہیں ہے کہ خواتین کی شرکت کو دوسرے معاملات میں بھی محدود کر دیا جائے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ پابندی ہر قسم کی گواہی پر لاگو نہیں ہوتی۔ مختلف معاملات میں مرد وعورت کی گواہی کے درمیان فرق کرنے کی ضرورت نہیں ہے لہذا جو کوئی بھی قابل اعتماد سمجھا جائے وہ گواہ بننے کا مستحق ہے۔(50)

اس حوالے سے امینہ ودود ڈاکٹر فضل الرحمٰن[51] کا موقف پیش کرتی ہیں جو اس آیت کے الفاظ کو مستقبل کے ہر معاملات پر لاگو کرنے کی مخالفت کرتے ہیں اور وہ اس طرح وضاحت کرتے ہیں۔

> "Since the testimony of a woman being considered to less value than of a man was dependent upon her weaker power of memory concerning financial matters, when women become coversant with such matters with which there is not only nothing wrong but which is for the betterment of Society their evidence can equal that of men."(52)
>
> ترجمہ: "چونکہ عورت کی گواہی کو مرد کی گواہی سے کم سمجھا گیا تھا، اس کی وجہ مالی معاملات میں اس کی کمزوریاد داشت تھی، جب عورتیں ان معاملات میں ماہر ہو جائیں گی، جس میں نہ صرف کوئی خرابی ہے بلکہ یہ معاشرے کی بہتری کے لیے بھی ہے، تو ان کی گواہی مردوں کے برابر ہو سکتی ہے۔"

---

47 – Kadivar, M. (2013, May 12). Tasāwī shahādat-e zan va mard [Equality of testimony between women and men]. Mohsen Kadivar (Personal Website). Retrieved [10-02-2025], from https://kadivar.com/10720/

48 – Jahanbakhsh, F. (2020). Rational Shari'ah: Ahmad Qabel's reformist approach. Religions, 11(12), Article 665. https://doi.org/10.3390/rel11120665

49 ۔ امینہ ودود: معروف اسلامی سکالر، کلامی ماہر اور اسلامی فیمنسٹ ہیں۔ انھوں نے قران مجید کی حساس صنفی تشریح پر کام کیا۔ 25 ستمبر 1852 کو میری لینڈ امریکہ میں پیدا ہوئیں۔ وہ پہلے میتھوڈیسٹ تھیں۔ پھر اسلام قبول کیا۔ انھوں نے پنسلوانیا یونیورسٹی سے بیچلر کی ڈگری حاصل کی اور یونیورسٹی آف مشی گن سے پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی۔ انھوں نے امریکہ میں پروفیسر کی حیثیت سے خدمات سرانجام دیں۔ ان کے مطابق قرآن کی صنفی تشریح قرآن کا مرکزی عنوان ہے۔

50 – Wadud, A. (1999). Qur'an and woman: Rereading the sacred text from a woman's perspective (pp.86) Oxford University Press.

51 ۔ ڈاکٹر فضل الرحمن 1919ء میں پاکستان کے صوبہ خیبر پختونخواہ کے ضلع ہزارہ پیدا ہوئے۔ ان کے والد مولانا شہاب الدینؒ دارالعلوم دیوبند کے فضلاء میں سے تھے۔ ابتدائی تعلیم کا آغاز قرآن مجید کے حفظ سے کیا، پھر درس نظامی کا کورس مکمل کیا اور بعداز اں پنجاب یونیورسٹی سے عربی میں ایم اے پاس کیا۔ 1946 میں انگلستان گئے اور تین سال رہ کر آکسفرڈ یونیورسٹی سے نفسیات کے موضوع پر ابن سینا کے فلسفہ پر تحقیقی کام کیا اور پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی۔ 1950 کے بعد آٹھ سال تک انگلستان میں رہے اور ڈرہم یونیورسٹی میں فارسی اور اسلامی فلسفے کے پروفیسر کے طور پر کام کرتے رہے اور اس کے بعد تین سال تک مونٹریال کینیڈا کی ایک یونیورسٹی میں اسلامک سٹڈیز کے ادارے کے معاون پروفیسر کے طور بر بھی خدمات سرانجام دیں۔ 1988 میں امریکہ میں وفات پائی۔

52 – Ibid, pp.85

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 04 (2025)

ڈاکٹر فضل الرحمٰن کے موقف کی روشنی میں امینہ ودود اپنے خیالات کا اظہار کرتی ہیں کہ وحی کے وقت سماجی پابندیوں کے باوجود یعنی خواتین کی ناتجربہ کاری اور ان پر دباؤ، خواتین کو بہرحال ایک ممکنہ گواہ کے طور پر تسلیم کیا گیا تھا۔ اس وقت کی شدید سماجی، مالی اور تجرباتی پابندیوں کے باوجود قرآن نے خواتین کی صلاحیتوں کو تسلیم کیا۔ اس جدید دور میں عورتوں کی صلاحیتوں کے اس انقلابی اعتراف کو عورت کی معاشرتی اور اخلاقی نظام میں زیادہ جگہ دینے کی ترغیب کی ضرورت ہے اور معاشرے میں عورتوں اور دیگر افراد کا استحصال ختم کرنا چاہیے۔ ایسا معاشرتی نظام صرف مردوں اور عورتوں دونوں کے لیے علم اور تجربے کی حوصلہ افزائی کے ذریعے حاصل کیا جاسکتا ہے۔(53)

مراکش کی فیمنسٹ مفکر ڈاکٹر اسماء المرابط[54] کے مطابق سورۃ البقرۃ کی آیت ۲۸۲ جس میں بظاہر مرد وعورت کی گواہی کی عدم مساوات کا ذکر ہے، دراصل تصدیق کے بارے میں ہے نہ کہ گواہی کے بارے میں اور اس ہدایت کا کوئی قانونی اطلاق نہیں ہے۔ گواہی وہ ہوتی ہے جو جج کے سامنے پیش کی جاتی ہے جو دعوؤں کی سچائی کا فیصلہ کرتا ہے جبکہ تصدیق کا تعلق دو لوگوں کے درمیان ہونے والے معاملے سے ہوتا ہے۔(55)
اسماء المرابط کا موقف ہے کہ یہ آیت دراصل ان معاملات میں جنہیں عام طور پر مردوں کا میدان سمجھا جاتا ہے خواتین کی شرکت کی حمایت کرتی ہے جیسے کہ تجارتی امور کا انتظام۔(56) وہ قرآن کی سورۃ النور کی آیات ۶-۸ کا حوالہ دیتی ہیں جہاں عورت کی گواہی مکمل طور پر مرد کی گواہی کے برابر ہے۔ حالانکہ ان آیات میں بیوی کی گواہی درحقیقت شوہر کی گواہی پر فوقیت رکھتی ہے۔ مزید احادیث کی نقل و روایت میں جو گواہی کی ایک قسم ہے مرد وعورت کی گواہی کو یکساں طور پر قبول کیا جاتا ہے۔(57)

فیمنسٹ مفکر لینا ایلف علی بھی مرد وعورت کی گواہی میں مطلقاً مساوات کی قائل ہیں۔ ان کے مطابق قرآن مجید مرد وعورت کی مساوات پر زور دیتا ہے اور یہ تصور کہ عورت کی گواہی کم اہمیت رکھتی ہے فقہاء اور مفسرین کی غلط تعبیرات کا نتیجہ ہے۔(58) ایلف علی کے مطابق قرآن میں پانچ مخصوص معاملات کا ذکر ہے جن میں گواہی کی ضرورت ہوتی ہے۔ مالی معاملات، یتیموں کی جائیداد، زنا، لعان اور طلاق۔ ان میں سے صرف مالی معاملات میں صنف کی بنیاد پر فرق کیا گیا ہے، جہاں دو عورتوں کی گواہی ایک مرد کی جگہ لی جاسکتی ہے۔ یہ استثنیٰ اس وقت کی مخصوص صورتحال سے متعلق ہے جب عورتیں مالی معاملات میں بہت کم شراکت دار تھیں۔ جبکہ دوسرے تمام معاملات میں صنف کی بنیاد پر کوئی فرق نہیں کیا گیا۔ درحقیقت بعض صورتوں میں عورت کی گواہی مرد سے زیادہ اہم ہو سکتی ہے۔ جیسے لعان کے مسئلے میں اگر شوہر اپنی بیوی پر الزام لگائے اور ثبوت فراہم نہ کرے تو بیوی کی گواہی شوہر کے الزامات کو باطل کر سکتی ہے۔ مزید برآں زنا اور طلاق جیسے معاملات میں بھی مرد اور عورت کی گواہی میں کوئی تفریق نہیں کی گئی۔(59) غرض ایلف علی کے نزدیک مرد وعورت کی گواہی مکمل برابر ہے۔

---

53 - Ibid, pp.86

54 ۔اسماء المرابط کا تعلق مراکش سے تھا۔ 1961 میں رباط میں پیدا ہوئیں۔ انھوں نے 1995 سے 2003 تک امریکہ میں رضاکار طبیب کے طور پر کام کیا۔ وہ نہ محض سیکولر مغربی فیمینزم کو اپنا ماڈل مانتی ہیں اور نہ روایتی مذہبی نکتہ نظر کو۔ ایک انٹرویو میں انہوں نے بتایا ہے کہ وہ قرآن کی نئی تشریح کی وکالت کرتی ہیں تاکہ عورتوں کو دینی اور سماجی سطح پر آزاد اور مساوی حیثیت ملے۔

55 - Lamrabet, A. (2016). Women in the Qur'an: An emancipatory reading (pp.145) (M. Francois-Cerrah, Trans.). Square View.

56 - Ibid, pp.145

57 - Ibid, pp.146

58 - El-Ali, L. (2022). No Truth Without Beauty: God, the Qur'an, and Women's Rights (Sustainable Development Goals Series). (pp. 235-236) Springer (Palgrave Macmillan)

59 - Ibid, pp. 238-240

ملائیشیاء کی حقوق نسواں کی تنظیم سسٹران اسلام بھی گواہی میں مرد وعورت کی مساوات کی علمبردار ہے۔ سسٹران اسلام کے مطابق سورۃ البقرۃ کی آیت ۲۸۲ کو صرف اس دور کے سماجی، تاریخی، سیاق وسباق تک محدود رکھنا چاہیے کیونکہ اس آیت کے نزول کے وقت خواتین عام طور پر کاروبار اور مالیات میں کم تجربہ کار تھیں۔ جدید دور میں جب خواتین اچھی تعلیم یافتہ اور مالیات کے میدان میں سرگرم عمل ہیں تو لہذا اس حکم کی از سر نو تعبیر و تشریح کی جانی چاہیے۔ اس حکم کی بنیادی قدر انصاف کو نافذ کرنا مقصود ہے۔ جب خواتین کی تعلیمی سطح اور مہارتیں مردوں کے مساوی ہیں تو مرد اور عورت کی گواہی کو مساوی کرنے کے لیے دیگر وجوہات کی ضرورت نہیں ہے۔ (60)

خلاصہ بحث

مفسرین اور فقہاء کے مطابق سورۃ البقرۃ آیت ۲۸۲ کے مطابق عورت کی گواہی مرد سے آدھی ہے۔ اس حوالے سے مفسرین کا موقف ہے کہ عورت کی نصف گواہی کی علت بھول ونسیان اور عقل ویاد اشت میں کمی ہے۔ بعض مفسرین عورت کی نصف گواہی کو مردانہ برتری سے تعبیر کرتے ہیں۔ فقہاء کی اکثریت کے نزدیک حدود وقصاص میں عورت کی گواہی قابل قبول نہیں ہے بلکہ مالی معاملات میں ایک مرد کے ساتھ دوعورتوں کی گواہی قابل قبول ہے۔ جبکہ ابن حزم کے نزدیک ہر معاملے میں ایک مرد کے برابر دوعورتوں کی گواہی قابل قبول ہے۔ جبکہ امام تیمیہ اور ابن القیم عورت کی گواہی کے حوالے سے فقہاء کی آراء سے اختلاف رکھتے ہیں۔ ان کے نزدیک اس آیت کا حکم تدبیری نوعیت کا ہے اور اس کا عدالت وقضاسے کوئی تعلق نہیں ہے۔ اگر عورت قابل اعتماد طریقے سے گواہی دے تو قاضی اس کی بنیاد پر فیصلہ کر سکتا ہے۔ امام ابن تیمیہ / ابن القیم کے مطابق عورت کی گواہی مطلقاً آدھی نہیں اور جن معاملات میں عورت کو بھول چوک اور تجربہ کی کمی نہ ہو، ان میں اس کی گواہی مردوں کے مساوی قرار دی جائے۔

عورت کی گواہی کے حوالے سے معاصر تعبیرات مختلف ہیں بعض عصری تعبیرات کے مطابق آیت میں ذکر کردہ صرف مالی معاملات و قرض کی لین دین کے معاملات میں عورت کی گواہی آدھی شمار ہوگی اور باقی تمام معاملات میں مرد وعورت کی گواہی میں مساوات ہے۔ بعض عصری تعبیرات کے مطابق آیت میں حکم علت پر مبنی ہے لہذا اگر خواتین مالی معاملات میں مہارت تامہ رکھتی ہیں تو حکم کی نوعیت بدلنے پر دیگر معاملات کی طرح مالی لین دین کے معاملات میں عورت کی گواہی مساوی شمار ہوگی۔ بعض معاصر تعبیرات کے مطابق سورۃ البقرۃ کی آیت میں عورت کو دوسری عورت سے مشورہ کرنے کی سہولت دی گئی ہے یا دوسری عورت اس کی جگہ گواہی دے لہذا اس آیت سے گواہی کی نصف گواہی کا کوئی تصور نہیں نکلتا۔

قدیم مفسرین وفقہاء اور معاصر تعبیرات کی تعبیرات کے تجزیہ سے معلوم ہوتا ہے کہ عورت کی گواہی کے حوالے سے سورۃ البقرۃ آیت ۲۸۲ علت پر مبنی ہے اور فقہاء کے ہاں بھی عورت کی مطلقاً نصف گواہی کے حوالے سے اتفاق نہیں ہے۔ جبکہ معاصر اہل علم نے حالات وظروف اور سماجی تبدیلی کے تناظر میں عورت کی گواہی میں مساوات پیش کی ہیں۔ موجودہ دور تعلیم اور علوم میں مہارت کی وجہ خواتین مالی اور عدالتی معاملات میں ماہر ہوچکی ہیں اور عصر حاضر میں مالی اور عدالتی معاملات دستاویز بندی کا معاملہ ڈیجیٹل ہونے کی وجہ سے قدیم زمانے کے دستاویز بندی سے کافی مختلف ہوچکا ہے۔ لہذا علت کے ختم ہونے پر حکم کی نوعیت بدل جائے گی۔ لہذا معاصر تعبیرات کی روشنی میں مرد وعورت کی گواہی مساوی شمار ہوگی۔ تاہم جن معاملات میں خواتین تعلیم کی کمی کی وجہ سے اہل نہیں ہیں ان میں ان تعبیرات کی روشنی میں سہولت ہے کہ وہ گواہی میں کسی دوسری خاتون سے مدد لیں۔

60 - Ghazali, N. M. (2020). An analysis of Sisters in Islam's (SIS) misinterpretation of the gender equality in the Quran. Journal of Ma'alim al-Quran wa al-Sunnah, 16(2), 31–47.